www.KitaboSunnat.com

تحقیق وتنقید

حضرۃ العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ

داڑھی اور جدید ذہن کے شبہات

داڑھی رکھنے کے بارے میں آج کل مسلمانوں میں بڑی غفلت پائی جاتی ہے۔اور اب یہ غفلت اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ عامۃ المسلمین میں داڑھی رکھنے کو شریعت کا حکم ہی نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ کچھ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں گویا یہ صرف علماء یا مولوی حضرات کی ایک عادت یا رواج ہے اور یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہی ہے جو شریعت کی تبلیغ اور دین پڑھنے، پڑھانے کا مشن سنبھالے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کی اکثریت اس جملہ سے شبہ کھاتے ہوئے کہ داڑھی سنتِ رسول ﷺ ہے، اس کو صرف ایک مستحب امر سمجھتی ہے۔ اور یہ قطعاً خیال نہیں کرتی کہ داڑھی نہ رکھنے پر وہ اللہ کے ہاں پکڑے جائیں گے۔ یہیں پر ہی بس نہیں بلکہ داڑھی رکھنے والے مسلمانوں کو اکثر تضحیک کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے۔ علماء اور خطیب حضرات بھی اس مسئلہ میں عوامی ردِ عمل سے گھبراتے یا ملاں کا خطاب ملنے کے ڈر سے اس مسئلے پر روشنی ڈالنے سے ہچکچاتے ہیں، نتیجہ یہ کہ روز بروز یہ اسلامی شعار مسلمانوں میں متروک ہوتا جارہا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ اپنی بے عملی کے بہانے کے طور پر چند روایتوں کو بھی پیش کرکے شرعی داڑھی سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔

داڑھی نہ صرف نماز، روزہ اور حج کی طرح نبی اکرم کی ایک عملی سنت ہے جس کو اپنانے کا شریعت میں واضح حکم دیا گیا ہے بلکہ اس کا تارک اللہ کے ہاں سخت سزا کا مستحق ہوگا۔ نبی اکرم کے فرمان کے مطابق داڑھی مرد کے لئے باعثِ زینت اور موجبِ وقار ہے لہٰذا رضائے الٰہی کے طالبوں کو اسے بالکل نظر انداز نہیں کردینا چاہیۓ۔

ذیل میں داڑھی کے مسئلہ پر معروف مفتی اور فقیہ العصر حضرۃ العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی کی ایک جامع تحریر نذرِ قارئین ہے جس میں اس مسئلہ کی صحیح شرعی حیثیت، اس موضوع پر ملنے والی تمام احادیث اور صحابہؓ وتابعینؒ کے طرزِ عمل کا دلائل کی روشنی میں بڑا مربوط تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ چند اَوراق میں اس قدر وسیع بحث کو ایسی خوبصورتی سے سمیٹنا حضرت حافظ صاحب کی علومِ شرعیہ میں رسوخ، مصادرِ شریعت پر گہری نظر اور علماءِ سلف کی آراء سے مکمل آگاہی کا ہی مرہونِ منت ہے۔ چند دہائیاں قبل تحریر کی جانے والی اس بحث کی افادیت آج بھی روز افزوں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کا صحیح فہم عطا فرمائے اور شریعت پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین! (حسن مدنی)

مقدمہ : مسئلہ داڑھی کے متعلق میری متفرق تحریریں جریدہ تنظیم اہلحدیث وغیرہ میں حسب موقع شائع ہوتی رہی ہیں اور ایک مستقل رسالہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ جس کا نام فلسفۂ داڑھی ہے جس میں چند مسائل اور بھی ہیں: ختنہ، سر کی مانگ، پردۂ خواتین وغیرہ۔ میرے علاوہ دیگر علما بھی ان مسائل پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اب مزید لکھنے کی کچھ ضرورت تو نہ تھی مگر جوں جوں زمانہ بدلتا ہے، دین پر نئے نئے حملے ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ان کی مدافعت نہ کی جائے تو خطرہ ہوتا ہے کہ دین پر پردہ پڑ جائے۔ اس لئے ہر زمانہ میں علماء کی جدوجہد جاری رہتی ہے اور وہ حالات کا تقاضا پورا کرتے رہتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر مسئلہ کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں: اعتقادی اور عملی۔ پہلی حیثیت سے اس کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے اور دوسری حیثیت سے اس کی ترغیب وترہیب ہوتی ہے۔ مسئلہ داڑھی دونوں کشمکشوں کے درمیان ہے۔ کیونکہ عملی حالت اتنی کمزور ہوچکی ہے کہ کسی چہرے پر داڑھی نظر نہیں آتی، اِلا ماشاء اللہ اور اعتقادی لحاظ سے بھی اس کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور جن احادیث میں اس مسئلہ کی اہمیت ہے، ان کی تاویلیں کی جارہی ہیں۔ اس بنا پر ضرورت ہے کہ اس پر بہت مفصل لکھا جائے مگر میں اپنی مجبوریوں کے تحت اِختصار پر اکتفا کرتا ہوں اور تفصیل دوسرے علماء پر چھوڑتا ہوں۔ واللہ الموفق اَللھم اجعل أعمالنا کلھا صالحۃً واجعلھا لوجھك خالصۃً ولاتجعل لأحد فیھا شیئاً، آمین!

ہدایت اور گمراہی کے اَسباب

جب تک انسان کے دل میں خوفِ خدا نہ ہو، اس کے لیے ہدایت کا دروازہ نہیں کھلتا اور نہ اس کو نیکی کی توفیق ملتی ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے: ﴿هُدىً لِّلْمُتَّقِينَ﴾ ''ہدایت ڈرنے والوں کے لئے ہے'' اور جب تک انسان تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار نہیں کرتا، اس کا کوئی عمل قبولیت کے مقام کو نہیں پہنچتا اور نہ اس پر کوئی اجر اور ثواب ملتا ہے، اس کے متعلق بھی قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ ''یعنی اللہ تعالیٰ صرف متقیوں کا عمل قبول کرتے ہیں''

حضرت ابوذر غفاریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا: "أوصیك بتقوی الله فإنه أزین لأمرك كله" (مشکوٰۃ: باب حفظ اللسان) ''یعنی میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ اس سے تمہارے سارے کام بہت اچھے ہوجائیں گے'' گویا تقویٰ ایک ایسی بنیادی شے ہے جس سے دنیا اور دین کی اصلاح وابستہ ہے۔ اگر خدا کا ڈر دل میں نہ ہو تو پھر اس کی جگہ دل میں نفس پرستی آجاتی ہے اور انسان گناہ پر دلیر ہوجاتا ہے یہاں تک کہ پھر تو گناہ بھی گناہ معلوم نہیں ہوتا۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

''مؤمن گناہ کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے سر پر پہاڑ ہے، ابھی گرے گا اور ہلاک ہوجاؤں گا اور فاسق آدمی گناہ کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے مکھی ناک پر بیٹھی اور اُڑادی'' (مشکوٰۃ: باب الاستغفار)

آج کل آزادی کا زمانہ ہے۔ گناہ مباحات کی طرح ہوگئے ہیں، نہ خوفِ خدا نہ کسی سے شرم و حیا، بلکہ بعض گناہ اتنے عام ہوگئے ہیں کہ ان کے خلاف کرنا نفس سے پوری جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ داڑھی بھی ہے۔ داڑھی رکھنا آج کل بیوقوفی کی علامت ہے۔ داڑھی رکھی اور نظروں سے گرا۔ یہاں تک کہ اُس پر مذاق ہوتا ہے اور پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں۔ اس سے متاثر ہوکر بعض مولویوں نے داڑھی کے مسئلہ پر ہی ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا ہے۔ مولانا مودودیؒ بھی داڑھی کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں اسی تساہل کا شکار نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اپنے رسالہ 'ترجمان القرآن' مئی و جون ۱۹۴۵ء میں بڑی جرأت سے لکھتے ہیں:

''آپ کا یہ خیال کہ نبی ﷺ جتنی بڑی داڑھی رکھتے تھے اتنی بڑی داڑھی رکھنا سنتِ رسول ہے۔ یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عاداتِ رسول کو بعینہٖ وہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کے لیے نبی ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام مبعوث کئے جاتے رہے ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور خطرناک تحریفِ دین ہے''

مودودی صاحب کی اس تحریر کا جو کچھ نتیجہ نکلتا ہے اور جو اس سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان پر تو ہم اپنے رسالہ ''مودودیت اور احادیثِ نبویہ'' کے ص ۱۳ اور ص ۱۹ پر مفصل بحث کر چکے ہیں۔ یہاں ہمارا مقصد صرف مسئلہ داڑھی کی حیثیت کو واضح کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ اَحادیث میں جو آیا ہے: اعفوا اللحی (داڑھیوں کو چھوڑ دو) یا اس قسم کے اور الفاظ آئے ہیں، ان کی تشریح کیا ہے تاکہ طالبِ رضائے الٰہی اس پر کاربند ہو اور سنت کا شائق اور اس کو اپنا مسلک بنا کر شارع علیہ السلام کی منشا کو پورا کر سکے۔

اَعْفُوا اللّحی کی تشریح از مولانا مودودیؒ

''داڑھی کے متعلق نبی ﷺ نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے۔ صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ آپ اگر داڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی داڑھی رکھ لیں جس پر عرفِ عام میں داڑھی رکھنے کا اِطلاق ہوتا ہو۔ جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلا نہ ہو کہ چند روز سے آپ نے داڑھی نہیں مونڈی ہے۔ تو شارع کا منشا پورا ہو جاتا ہے خواہ فقہ کی استنباطی شرائط پر پوری اُترے یا نہ اُترے۔''

(رسائل و مسائل، ص ۱۸۱، ترجمان القرآن رمضان، شوال ۱۳۶۲ھ، ستمبر، اکتوبر ۱۹۴۳ء)

اس عبارت میں دو مسئلے بیان ہوئے ہیں: (۱) ایک یہ کہ داڑھی منڈانا بڑا جرم ہے، اس سے انسان فاسق[1] ہو جاتا ہے جس کی شرعاً نہ شہادت معتبر ہے نہ خبر۔ قرآنِ مجید میں ہے:

﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾

''ان کی شہادت ہرگز قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں''

اس آیت میں زنا کی تہمت لگانے والوں پر فاسق کا حکم لگایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فسق مانع شہادت ہے۔ قرآنِ مجید میں ایک اور مقام پر ہے: ﴿اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾

(۱) اگر کہا جائے کہ داڑھی کو سنت کہا جاتا ہے تو اس کا منڈانا فسق کس طرح ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سنت کے کئی معنی ہیں: ایک (اصولِ فقہ کی اصطلاح کے طور پر) فرض واجب کے مقابلہ میں جہاں سنت سے اَمرِ مستحب مراد لیا جاتا ہے، اور ایک وہ طریقہ رسول جو فرض واجب کو شامل ہے، یعنی اس کا مقصد صرف نبی اکرم کا ایک عمل بتانا ہوتا ہے، یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو، یعنی اس کی خبر پر اعتماد نہ کرو''

(۲) دوسرا مسئلہ مولانا مودودیؒ کی عبارت میں یہ بیان ہوا ہے کہ حدیث میں داڑھی کی کوئی مقدار نہیں آئی۔ پس صرف رکھنے کا حکم ہے سو عرفِ عام میں جس کو رکھنا کہتے ہیں، اتنی ہی کافی ہے اور عرفِ عام کا اندازہ یہ بتلایا ہے کہ دیکھنے والے کو یہ شبہ نہ پڑے کہ چند دن سے نہیں مونڈی ہاں چند دن سے اوپر مونڈنے کا شبہ ہو، تو یہ رکھنے کے منافی نہیں۔ بلکہ اس کو عرفِ عام☆ میں رکھنا کہہ سکتے ہیں۔

چند کا اطلاق کس پر؟ یہاں مودودیؒ صاحب نے چندوں کی تشریح نہیں کی۔ 'چند' اصل میں فارسی لفظ ہے جو اُردو میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ اس کے اصل معنی گنتی کے ہیں۔ گنتی کی شے چونکہ عموماً تھوڑی ہوتی ہے، اس لئے لغت میں اس کے معنی کسی قدر اور قلیل کئے گئے ہیں۔ عربی میں تھوڑی شے کے لئے لفظ بِضْعٌ یا جمع قلت استعمال ہوتی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے سورۂ یوسف اور سورۂ روم میں بِضْعٌ کا فارسی میں ترجمہ 'چند' کیا ہے اور شاہ رفیع الدین نے 'کئی ایک' اور شاہ عبدالقادر صاحب نے 'کئی'۔ اسی طرح دیگر علماء بھی جنہوں نے تراجم لکھے ہیں، قریباً یہی معنی کرتے ہیں۔ اور مولانا اشرف علی تھانوی نے سورۂ یوسف میں بضع کا اردو ترجمہ 'چند' کیا ہے اور سورۂ روم میں 'تین سے نو تک' کیا ہے۔ چونکہ عربی میں بضع کا لفظ گنتی محدود (تین سے نو تک) کے لیے ہے۔ اس لیے 'تین سے نو تک' کہنا بھی صحیح ہے۔ اب لفظ چند کو بھی اگر گنتی محدود پر محمول کریں تو اس کی حد نو ہوگی اور اگر اس سے گنتی محدود مراد نہ ہو تو عام محاورہ کے مطابق ہفتہ عشرہ مراد ہوگا۔ پس ہفتہ عشرہ میں جتنی مقدار بالوں کی ہوسکتی ہے، مودودی صاحب کے نزدیک اتنی داڑھی ضروری ہے۔ سو وہ نصف انچ بھی مشکل ہے۔

احادیث میں داڑھی کے متعلق آنیوالے الفاظ: لیکن مولانا مودودی سے یہاں ایک بنیادی غلطی ہوئی ہے۔ مودودی صاحب نے داڑھی رکھنے کا جو محاورہ پیش کیا ہے، یہ اردو پنجابی محاورہ ہے۔ احادیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں آیا جو اس محاورہ کے موافق ہو۔ احادیث میں داڑھی کے متعلق پانچ لفظ آئے ہیں:

(۱) اَعْفُوا (۲) اَوْفُوا (۳) اَرْخُوا (٤) اَرْجُوا (٥) وَفِّرُوْا

(۱) اَعْفُوْا کا اصل عُفُوّ ہے جس کے معنی معافی کے ہیں، اور داڑھی کو معافی دینا یہی ہے کہ

☆ مولانا کی یہ رائے اصل میں حدیث رسول ﷺ کو حتمی اہمیت نہ دینے کے رجحان کا شاخسانہ ہے کیونکہ اس موضوع پر بھی وہ احادیث رسول سے داڑھی کی صفت طے کرنے کی بجائے عام محاورے اور استعمال سے داڑھی کی مقدار کا تعین فرما رہے ہیں۔ جبکہ کسی شرعی مسئلہ کی وضاحت اگر نبی اکرم ﷺ کی زبانی موجود ہو تو سب سے زیادہ وہ وضاحت نبوی اس امر کی حقدار ہے کہ اس کی بنیاد پر مسئلہ کی نوعیت سمجھی جائے نہ کہ لغوی استعمالات یا رواجی مفہومات جیسا کہ زیر نظر مسئلہ میں بھی اس بارے میں حدیث میں پانچ واضح قسم کے الفاظ ملتے ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ طبقے میں حدیث نبوی کے بارے میں یہی رجحان قابل اصلاح ہے۔ مسلمان کی ذاتی سوجھ بوجھ، معاشرتی رواجات اور لغوی امکانات حدیث نبوی سے برتر ہونے کی بجائے اس کے تابع ہونے چاہئیں۔ (حسن مدنی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے اپنے حال پر چھوڑ دے.....(۲) اَوْفُوْا کے معنی پورا کرنے کے ہیں اور داڑھی کو پورا کرنا یہی ہے کہ اس کی کانٹ چھانٹ نہ کرے.....(۳) اَرْخُوْا، اِرخاءِ عنان سے ہے یعنی باگ رڈور ڈھیلی چھوڑ دینا اور کسی قسم کی رکاوٹ نہ کرنا۔ اور داڑھی ڈھیلی چھوڑنا اور رکاوٹ نہ کرنا یہی ہے کہ اس کو بڑھنے دے جہاں تک بڑھے.....اور اَرْجُوْا بھی اسی کے قریب ہے، قرآنِ مجید میں ہے: ﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ﴾ یعنی ''تو اپنی بیویوں سے جس کو چاہتا ہے پیچھے کردیتا ہے'' یعنی اس سے تعرض نہیں کرتا اور اس کو باری نہیں دیتا اور عرب کہتے ہیں اَرْجَی الصَّیْدَ (شکار کو پیچھے کردیا) یعنی اس سے کسی چیز کو نہیں پہنچا اور اس پر حملہ نہیں کیا.....(۴) وَفِّرُوْا وَفْر سے ہے۔ اس کے معنی کثرت اور بہتات کے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿اِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآئُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا﴾ شاہ ولی اللہؒ اس کا فارسی ترجمہ یوں کرتے ہیں: ''پس دوزخ سزائے ہمہ شما است سزائے کامل'' اور شاہ رفیع الدین صاحب اس کا اُردو ترجمہ یوں کرتے ہیں.....''پس تحقیق دوزخ ہے جزا تمہاری، جزا پوری'' اور شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں: ''سو دوزخ ہے تم سب کی سزا، پورا بدلا'' اسی طرح دیگر تراجم والے لکھتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ پانچ روایتیں ہیں جن کا مطلب قریباً ایک ہی ہے۔ اسی بنا پر نووی شرح صحیح مسلم جلد اوّل ص ۱۲۹ میں اور فتح الباری جلد ۱۰ ص ۲۸۸ طبع مصر باب تقلیم الأظفار میں اور تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی جلد ۴ ص ۱۱ میں یہ پانچوں روایتیں ذکر کرکے لکھا ہے: معناها کلها ترکها علی حالها یعنی ''ان سب کا معنی یہی ہے کہ داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دے''

اور فتح الباری جلد ۱۰ باب تقلیم الأظفار ص ۲۸۸ طبع مصر میں ہے: قال النوویؒ وکل هذه الروایات بمعنی واحد ''یعنی ان سب روایتوں کا ایک ہی معنی ہے'' اور وہ وہی ہے جو ابھی بیان ہوا ہے۔

مودودی صاحب نے اس موقع پر شریعت کی صحیح راہنمائی دینے میں غلطی کھائی ہے۔ مولانا کفایت اللہ دہلویؒ جو حنفی مذہب میں بڑے مفتی گذرے ہیں، نے بھی مودودی صاحب کے بارے میں اسی قسم کے الفاظ تحریر کئے ہیں کہ مولانا کا مطالعہ تو وسیع ہے اور مولانا نے زیادہ تر علم اپنے مطالعہ سے اَخذ کیا ہے لیکن شریعت کے بارے میں ان کی بعض آراء قابل اصلاح ہیں۔ (رسالہ حقائق مودودیت از محمد داؤد، مؤمن پورہ بمبئی)

مولانا کفایت اللہ صاحب نے مودودی صاحب کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے، میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں۔ ان کی تحریریں دیکھنے سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، اگر کسی قدر اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو ہمارا رسالہ ''مودودیت اور احادیث نبویہ'' پڑھئے جو شائع شدہ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمومِ حکم سے بعض صورتوں کی استثناء

اس میں شبہ نہیں کہ جب اللہ رسول ایک عام حکم دیں تو وہ عام ہی رہے گا۔ جب تک وہ خود اس سے استثناء نہ کریں۔ اور جب وہ کسی صورت کو مستثنیٰ کریں تو وہی مستثنیٰ ہوگی، اس پر کسی کو اضافہ کی اجازت نہ ہوگی۔ کیونکہ امتی کا کام اتباع ہے نہ کہ شریعت میں تصرف۔ مثلاً ﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ ''نماز قائم کرو'' عام حکم ہے، اس سے حیض والی عورت مستثنیٰ ہے۔ ایسے ہی سونا اور ریشم مردوں پر حرام ہے لیکن ٹوپی، چوغہ وغیرہ پر زرکشی جائز ہے۔ اور خارش کے وقت ریشمی قمیص پہننے میں کوئی حرج نہیں اور قربانی میں مُسنّۃ (دو دانت) جانور کا حکم ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو جذعۃ (غیر مسنّۃ) کی اجازت دے دی۔ اور فرمایا: ''تیرے بعد کسی کو جذعہ کی اجازت نہیں'' وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ کام اللہ اور رسول کا ہے، ہمیں اس میں کوئی دخل نہیں۔

داڑھی کے مذکورہ حکم سے کچھ صورتوں کی استثناء

اس بنا پر جب داڑھی کو اپنے حال پر رکھنے کا حکم ہے جو کہ ان پانچ روایتوں سے بھی واضح ہو چکا تو اب کسی کو کوئی حق نہیں کہ اس میں رخنہ اندازی کرے۔ ہاں اگر رسول اللہ ﷺ نے کوئی صورت مستثنیٰ فرمائی ہو تو وہ بسروچشم منظور ہے۔ اس کے علاوہ کوئی تصرف کرے تو وہ ناقابل قبول ہے۔ بہت سی تحقیقات کے بعد ہمیں بظاہر چار اور درحقیقت تین صورتیں مستثنیٰ ملی ہیں۔ اگر کسی صاحب کے علم میں کوئی اور صورت آئی ہو تو بہتر ورنہ اللہ سے ڈرنا چاہئے اور رسول اللہ کے احکام کے اُلٹ نہ کرنا چاہئے۔ ہمارے علم میں جو صورتیں مستثنیٰ آئی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

پہلی صورت

عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا ياخذ الرجل من طول لحيته ولكن من الصدغين رواه في الحلية (فصل رابع مشکوٰۃ: باب الترجل ص ۲۳۹)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: مرد اپنی داڑھی لمبائی میں نہ کٹائے لیکن کنپٹیوں سے کٹا لے''

داڑھی کی تعریف فتح الباری وغیرہ اور لغت میں یہ لکھی ہے مَا نَبَتَ عَلَى الْخَدَّيْنِ وَالذَّقَنِ ''جو بال رُخساروں اور ٹھوڑی پر اُگیں'' ٹھوڑی داڑھی کا طول ہے اور رُخسار اس کا عرض ہیں۔ طول سے لینا تو بالکل منع کر دیا اور عرض میں صرف کنپٹیوں کے بالوں کو لینے کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ باقی عرض میں بھی اجازت نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ: کنپٹیوں سے مراد وہ مقامات ہیں جو آنکھوں کے کناروں سے کانوں تک ہیں اور یہ وَجْهٌ (چہرے) میں داخل ہیں۔ کیونکہ وَجْهٌ ماتھے سے ٹھوڑی تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک ہے جیسے مجمع البحار اور تفسیر مظہری وغیرہ میں ہے۔ میں نے اپنے جریدہ تنظیم اہلحدیث جلد اوّل کے شمارہ ۸ میں بھی اس کی خوب تفصیل ذکر کی ہے۔ پس جب کنپٹیاں چہرہ میں شامل ہوگئیں تو یہ داڑھی کا حصہ ہوا۔ لیکن شارع نے حکم میں تخفیف کرتے ہوئے ان کے کٹانے کی اجازت دے دی۔ جیسے کہ اس حدیث میں ہے اور ایک تخفیف اور کردی ہے وہ یہ کہ وضو میں کنپٹیوں کا دھونا ضروری نہیں بلکہ کانوں کی طرح سر کے ساتھ مسح کافی ہے۔ ملاحظہ ہو منتقیٰ مع نیل الاوطار وغیرہ۔

دوسری صورت

عن جابر كنا نُعَفّي السبال إلا في حج أو عمرة (ابوداوٗد، كتاب الترجل)

''جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم داڑھیاں چھوڑ دیتے تھے مگر حج یا عمرہ میں''

عون المعبود، جلد۴ ص۱۳۶ میں ہے:

قال الحافظ فى الفتح والسّبال جمع سَبَلَة وهى ماطال من شعر اللحية قال أى نترُكه وافرا وقال فى مرقاة الصّعود سبال جمع سبلة بالتحريك وهى مقدم اللحية وما أسبل منعا على الصدر (انتهى)

''حافظ ابن حجر، فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ سبال سبلة کی جمع ہے اور سبلة داڑھی کے لمبے بالوں کو کہتے ہیں۔ جابرؓ کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی کے بالوں کو لمبے چھوڑ دیتے مگر حج وعمرہ میں اور مرقاۃ الصعود میں ہے کہ سبلة داڑھی کے سامنے کے بال ہیں جو چھاتی پر پڑیں''

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ڈاڑھیوں کو ہمیشہ لمبی چھوڑ دیتے، صرف حج عمرہ میں کٹواتے اور یہ فعل رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کا ہے کیونکہ جابرؓ اپنے زمانہ سے گزشتہ زمانہ کا حال بیان کر رہے ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ ہی کا زمانہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم عام طور پر کوئی کام کریں تو وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث سمجھی جاتی ہے۔ ورنہ آپ اس پر انکار کرتے یا اس کے خلاف وحی آجاتی۔ چنانچہ اُصول حدیث میں اس کی تفصیل ہے اور خود جابرؓ نے بھی بیان کیا ہے کہ ''ہمارا وحی کے زمانہ کا'' فعل شرعی فعل ہے۔ ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ باب المباشرۃ فصل اوّل: حدیث۲ ص۲۶۷)

خلاصہ یہ کہ ڈاڑھیوں کا لمبا چھوڑ دینا یہاں تک کہ چھاتیوں پر پڑیں، یہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے تحت ہے اور حج وعمرہ میں کٹوانا یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے تحت ہے۔ البتہ یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ حج وعمرہ میں کتنی کٹواتے۔ سو اس کے متعلق حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد۱۰ ص۲۸۸ میں اشارہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے کہ اس کا اندازہ عبداللہ بن عمر کی حدیث سے ہوتا ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن عمرؓ حج عمرہ میں قبضہ سے زائد کٹواتے تھے۔ ملاحظہ ہو بخاری جلد۲، باب تقليم الأظفار: پارہ ۲۴ ص ۸۷۵

تیسری صورت

یہ ہے کہ داڑھی زیادہ بھاری یا زیادہ لمبی چوڑی ہونے کی وجہ سے شکل بھونڈی (بھدی) معلوم ہو یا وضو وغیرہ میں تکلیف کا باعث ہو تو اس صورت میں قبضہ سے زائد کو کٹوا سکتے ہیں۔ اور یہ صورت صرف حج وعمرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہمیشہ رخصت ہے اور جس حدیث میں کٹوانے سے نہی آئی ہے اور عرض میں صرف کنپٹیوں کی اجازت ہے، یہ داڑھی ہلکی ہونے کی صورت پر محمول ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری جلد۱۰ ص ۲۸۸ میں امام طبریؒ سے نقل کرتے ہیں:

وقال قوم إذا زاد على القبضة يؤخذ الزائد وساق بسنده إلى ابن عمر أنه فعل ذلك وإلى عمر أنه فعل ذلك برجل ومن طريق أبي هريرة أنه فعله

"ایک جماعت کہتی ہے کہ جب داڑھی مٹھی سے زائد ہو جائے تو زائد کاٹی جائے اور دلیل اس کی یہ پیش کی ہے کہ ابن عمرؓ نے یہ کام کیا اور حضرت عمرؓ نے بھی ایک شخص کے ساتھ ایسا کیا، اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ نے کیا"

نواب صدیق حسن خان مرحوم اپنی کتاب اتحاف النبلاء کے ص ۳۷۳ پر حافظ ابن قیمؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

واز فوائد ابن قیم ست کہ گفتہ ابن عمر روى حديث إعفاء اللحية وكان مع ذلك يمسك لحيته فما فضل عن القبضة أخذه ورخص فيه الامام أحمد و إبراهيم النخعي وروى الليث عن محمد بن عجلان عن أبي صالح السمّان أنه لما ذكر رسول الله ﷺ إعفاء اللحية كلمه أصحابه فقال يمسك قبضة فما جاوز ذلك جزّه إن شاء فلعل ابن عمر بلغه هذا من حديث رسول الله ﷺ فذهب إليه وإلا فالاعفاء يأبى ذلك ولكن لما رواه ابن عمر وأخذ ما جاوز القبضة مع شدة تحريه وورعه واتباعه للسنة دل على أن عنده من ذلك عما بالرخصة وممّن ذهب إلى هذا الشبعي وسفيان الثوري وغيرهما ورخّص الامام أحمد في حلق ما تحت اللحية على الحلق وجوز بعض أصحابه الأخذ من الحاجبين أذا طالا وقال كان أحمد يفعله وكأنه لم ير ذلك من النص المحرم إنما هذا أخذ للحاجة والأذى لطولهما وأما المرأة فيجوز لها أن تاخذ شاربها وإن طلعت لها لحية أن تاخذها جملة أوعنفقة واستهجنه بعض أصحاب الشافعي ومنهم محمد بن جرير الطبري ورأى تغييرا لخلق الله (انتہی) (اتحاف ص ۳۷۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''فوائد ابن قیمؒ سے ہے کہ ابن عمرؓ نے إعفاء اللحیة کی حدیث روایت کی ہے (اور داڑھی چھوڑنے کی حدیث ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہے چنانچہ اَرْخُوْا اور اَرْجُوا کے الفاظ جوص ۷ میں گذرے ہیں، وہ ابوہریرہؓ نے ہی روایت کئے ہیں، ملاحظہ ہو مسلم جلد اوّل ص ۱۲۹، اور طول میں داڑھی نہ کٹانے کی حدیث جوص ۱۰ میں گذری ہے، اس کے راوی بھی ابوہریرہؓ ہیں) اور باوجود اس کے (ابوہریرہؓ اور) ابن عمرؓ مٹھی سے زائد کٹاتے تھے اور امام احمدؒ اور امام ابراہیم نخعیؒ (استاد امام ابوحنیفہؒ) نے بھی اس کی رخصت دی ہے اور لیث نے محمد بن عجلانؒ سے انہوں نے ابوصالح سمان سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب إعفاء اللحیة (اور إرخاء یا ارجاء وغیرہ) کا امر فرمایا تو صحابہؓ نے اس بارے میں گفتگو کی (کہ زیادہ بھاری لمبی داڑھی میں تکلیف ہوتی ہے) تو آپ نے فرمایا: داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر جو زائد بال ہوں، ان کے کٹانے کا اختیار ہے۔ شاید ابن عمر کو (اور ابوہریرہؓ کو) یہ حدیث پہنچی ہوگی، اسی بنا پر وہ مٹھی سے زائد کٹاتے تھے۔ ورنہ إعفاء اللحیة (وغیرہ) کی حدیث اس (کٹانے) سے روکتی ہے۔ تو عبداللہ بن عمرؓ (اور حضرت ابوہریرہؓ) اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس کے خلاف کس طرح کرسکتے تھے، حالانکہ وہ بڑے محتاط، بڑے پرہیزگار اور متبع سنت تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مٹھی سے زائد کٹانے کی حدیث کا علم تھا۔ اور امام شعبی تابعیؒ اور امام سفیان ثوریؒ تبع تابعی وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور امام احمد کے نزدیک گلے کے بال کٹانے جائز ہیں جو داڑھی سے نیچے ہوں۔ اور امام احمدؒ کے بعض اصحابؒ نے ابروؤں کے بال جب لمبے ہوجائے تو ان کے کٹانے کی بھی اجازت دی ہے۔ اور امام احمدؒ بھی کٹاتے تھے اور حدیث میں جو ابروؤں کے بال چننے کی ممانعت آئی ہے، یہ کٹوانا اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ یہ ضرورت اور تکلیف کی وجہ سے کٹواتے تھے۔ (نہ کہ خوبصورتی کے لئے اور چننا خوبصورتی کے لئے منع ہے) اور اگر عورت کو لبیں اور داڑھی اُگ آئے تو وہ بالکل صاف کرا سکتی ہے اور بعض اصحاب شافعیؒ نے اس کو بُرا سمجھا ہے جس سے ایک امام محمد بن جریر طبری ہیں ان کا خیال ہے، یہ پیدائش الٰہی کی تبدیلی ہے جس کی آیت فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ میں ممانعت آئی ہے۔''

ابوصالح سمان تابعیؒ ہیں اور تابعی جب صحابی کا نام نہ لے تو اس حدیث کو مرسل کہتے ہیں اور مرسل حدیث کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے مگر اس کو تقویت مل جائے تو پھر وہ حجت ہے چنانچہ کتب اُصول (شرح نخبہ، تدریب الراوی وغیرہ) میں اس کی تفصیل موجود ہے اور یہاں دو طرح سے اس کو تقویت حاصل ہے: ایک صحابہؓ اور تابعین وغیرہ کے عمل سے جیسے ابھی حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ کی روایتیں گذری ہیں۔ بلکہ غالب ظن ہے کہ ابوصالح سمان نے یہ حدیث ابوہریرہؓ سے سنی ہے کیونکہ وہ ابوہریرہؓ کے خاص شاگرد ہیں۔ دوسرے مندرجہ ذیل حدیث سے ابوصالح سمان کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی تقویت ہوتی ہے کہ امام شعرانی کشف الغمة جلد اوّل ص ۵۰ میں لکھتے ہیں:

وكان ابن عمر يقول رأى رسول الله ﷺ لحية رجل طويلة فقال ﷺ لو أخذتم وأشار بيده إلى نواحي لحيته قال وأمر بذلك في لحية أبي قحافة والد أبي بكر رضي الله عنهما"

''ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کی لمبی داڑھی دیکھی، تو فرمایا کاش! تم کٹاتے اور ہاتھ سے اپنی داڑھی کے گردونواح کی طرف اشارہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ کے والد ابوقحافہؓ کی داڑھی کے متعلق بھی یہی حکم دیا تھا۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا اپنی داڑھی کے گردونواح کی طرف اشارہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مٹھی سے زائد بال لے لئے جائیں۔ چنانچہ ابن عمرؓ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) انہوں نے اسی طرح عمل کیا اور حضرت عمرؓ اور ابوہریرہؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ چنانچہ یہ سب روایات گذر چکی ہیں۔ اور ابوصالح سمان کی حدیث میں بھی مٹھی سے زائد بال کٹانے کا ذکر ہے۔

اس کی مزید وضاحت موطا امام مالک: کتاب الحج، باب التقصیر ص ۱۵۴ میں ہے:

عن نافع أن عبدالله بن عمر كانا إذا أفطر من رمضان وهو يريد الحج لم يأخذ من رأسه ولا من لحيته شيئًا حتى يحجّ

''نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر جب رمضان سے فارغ ہوتے اور ان کا حج کا ارادہ ہوتا تو سر اور داڑھی سے کچھ نہ کٹاتے، یہاں تک کہ حج کرلیں''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مٹھی کے اندر کٹانے کی اجازت نہیں کیونکہ حج اور عمرہ میں عبداللہ بن عمر مٹھی سے زائد کٹاتے تھے۔ تو رمضان سے فارغ ہو کر چھوڑنا اس غرض سے تھا کہ بال مٹھی سے زیادہ ہوجائیں۔ اگر مٹھی کے اندر کٹانے کی اجازت ہوتی تو یہ تکلیف کیوں اُٹھاتے؟

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمر کا قبضہ سے زائد کٹانا حج وعمرہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ ہمیشہ کٹاتے۔ اسی لئے حج اور عمرہ کے لئے رمضان سے کٹانا ترک کردیتے تاکہ حج وعمرہ تک مٹھی سے زائد ہو کر کٹانے کے قابل ہوجائے۔

چوتھی صورت

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي ﷺ كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها (ترمذی جلد دوم، باب ماجاء في الأخذ من اللحية، ص ۳۳۲)

''عمرو بن شعیب اپنے باپ سے، وہ اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی داڑھی کے طول وعرض سے لیتے۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں داڑھی کے طول وعرض سے لینے کا ذکر ہے۔ مگر تحدید نہیں کہ کہ کتنی لیتے؟ مٹھی سے باہر یا مٹھی سے اندر۔ اور اسی لحاظ سے ہم نے اس حدیث پر چوتھی صورت کا عنوان تو دیا ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ چوتھی صورت ثابت نہیں جس کی تین وجہیں ہیں:

(۱) اوّل: یہ کہ احادیث میں مٹھی سے زائد کی تعیین آ گئی ہے۔ بس اس سے مراد یہی مٹھی سے زائد ہی ہوگی۔ چنانچہ دوسری، تیسری صورت میں تفصیل گذر چکی ہے۔ پس یہ چوتھی صورت نہ بنی بلکہ دوسری تیسری میں شامل ہوگئی۔ اسی بنا پر مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد۴ص۴۹۲ میں لکھتے ہیں:

وقيد الحديث في شرح الشرعية بقوله إذا زاد على قدر القبضة یعنی ''شرح شرعیہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ طول وعرض میں اس وقت لیتے جب بال مٹھی سے زائد ہو جاتے''

(۲) دوسری وجہ یہ کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مذکور عبارت کے بعد لکھتے ہیں: وَجعله أي قوله إذا زاد على قدر القبضة في التنوير من نفس الحديث یعنی ''کتاب تنویر میں لفظ إذا زاد على قدر القبضة کو اس حدیث کا ٹکڑا قرار دیا ہے''۔ پس جب اسی حدیث ہی میں مٹھی کی شرط آ گئی تو بات بالکل ہی صاف ہوگئی۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ ترمذی کی یہ حدیث ہی بالکل ضعیف ہے۔ چنانچہ امام ترمذی یہ حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں:

هذا حديث غريب و سمعت محمد بن إسمٰعيل يقول عمر بن هارون مقارب الحديث ولا أعرف له حديثا ليس له أصل أوقال يتفرد به إلا هذا الحديث ولا نعرفه إلا من حديث عمر بن هارون ورأيته حسن الرأي في عمر بن هارون وسمعت قتيبة عمر بن هارون كان صاحب حديث وكان يقول الإيمان قول و عمل

''یہ حدیث غریب (ہے کیونکہ اس میں عمر بن ہارون راوی منفرد) ہے اور امام بخاری سے میں نے یہ کہتے سنا کہ عمر بن ہارون کی حدیث کسی قدر اچھی حدیث کے قریب قریب ہوتی ہے۔ میں نے اس کی کوئی حدیث بے اصل یا منکر نہیں پائی سوائے اس حدیث کے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ عمر بن ہارون کے سوا کسی نے اس حدیث کو روایت کیا ہو اور امام بخاری کو میں نے دیکھا کہ وہ عمر بن ہارون کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور قتیبہؒ سے میں نے سنا: وہ فرماتے تھے کہ عمر بن ہارون کے پاس ذخیرۂ حدیث کافی تھا مگر اس کا مذہب تھا کہ ایمان صرف قول اور عمل کا نام ہے۔ یعنی ایمان کے لئے اعتقاد کی ضرورت نہیں۔

اور یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ قول اور فعل ایمان میں داخل ہیں جیسے اہل حدیث کا مذہب ہے۔ مگر یہ مراد کمزور ہے۔ کیونکہ عربی عبارت میں صرف یہی ہے کہ ایمان قول وعمل ہے۔''

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری جلد۱۰ص۲۸۸ میں ترمذی کے حوالہ سے پہلے امام بخاری کا یہ قول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کیا ہے: لا أعلم له حديثا منكرا إلا هذا کہ عمر بن ہارون کی اس حدیث کے سوا کوئی حدیث میں نے منکر نہیں پائی۔ اس کے بعد مزید لکھتے ہیں: وقد ضعف عمر بن هارون مطلقاً جماعة یعنی

''(امام بخاری نے تو عمر بن ہارون کی صرف اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے مگر) ایک جماعت محدثین نے اس کو مطلقاً ضعیف کہا ہے'' (یعنی اس کی کوئی حدیث بھی صحیح نہیں)

اسی طرح زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد ۴ ص ۲۱۲ میں ہے:

قال الذهبي: ضَعَّفُوْهُ، امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''عمر بن ہارون کو محدثین نے ضعیف کہا ہے''

حافظ ابن حجر نے اسماء الرجال (راویوں کے حالات) پر ایک بہت بڑی جامع کتاب لکھی ہے جس کا نام تہذیب التہذیب ہے۔ اس میں ایک ایک راوی کے متعلق جتنے اَقوال ہیں، سب جمع کر دیئے ہیں۔ اس کے بعد اس کا اختصار کر کے دوسری کتاب تقریب التہذیب لکھی۔ اس کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ میں ہر راوی کے متعلق اَعدل قول لکھوں گا یعنی جس راوی کی ثقاہت میں اختلاف ہو اس کے حق میں پوری تحقیق کے بعد ایسا لکھوں گا جو نہایت منصفانہ ہو۔ اب عمر بن ہارون کے متعلق اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ سنئے: عمر بن هارون بن يزيد الثقفي مولاهم البلخي متروك وكان حافظا (تقریب التہذیب ص ۳۸۸) ''بنی ثقیف بلخی کا آزاد کردہ عمر بن ہارون بن یزید متروک (ترک کر دیا گیا) ہے۔ اور ویسے وہ حافظہ والا تھا''

تقریب التہذیب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ متروك وہ راوی ہے جس کو کسی محدث نے ثقہ نہ کہا ہو اور اس کے ضعف کی وجہ بھی بیان کر دی گئی ہو۔ ایسا راوی محدثین کی نظر سے بالکل گرا ہوا اور بے اعتبار ہوتا ہے اور اس کی حدیث کسی قابل نہیں ہوتی اور عمر بن ہارون کے متعلق امام بخاری نے جو اچھی رائے کا اظہار کیا ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ اس کی کوئی حدیث اس حدیث کے سوا بے اصل نہیں پائی گئی۔ گویا دوسرے محدثین سے امام بخاریؒ اس کے حق میں کچھ نرم ہیں کیونکہ دوسرے محدثین اس کی ساری حدیثوں کو ضعیف کہتے ہیں اور امام بخاری صرف اس حدیث کو اور وجہ اس کی یہ ہے کہ امام بخاری کو جو اس کی احادیث پہنچی ہیں وہ کسی دوسری سند سے بھی مروی ہیں۔ سوا اس حدیث کے اور دوسرے محدثین کو اس حدیث کے سوا اس کی کچھ اور احادیث بھی بے اصل مل گئیں، اس لئے یہ بالکل ان کی نظر سے گر گیا۔ بہرصورت یہ حدیث متفقہ طور پر محدثین کے نزدیک ناقابل عمل ہے اور اس سے مٹھی سے چھوٹی داڑھی پر استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔

بعض تابعین کے اَقوال

جابرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عمرؓ اور ابوہریرہؓ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم کا مذہب قریباً معلوم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو چکا اور اب ابن قیمؒ کی عبارت میں بعض تابعین وغیرہ کا بھی معلوم ہو چکا ہے اب بعض اور تابعین کا سنئے

فتح الباری جلد ۱۰ ص ۲۸۸ میں ہے: وعن الحسن البصري أنه يؤخذ من طولها وعرضها مالم يُفحش وعن عطاء نحوه ''حسن بصریؒ (تابعی) سے روایت ہے کہ داڑھی کے کاٹنے میں مبالغہ نہ کیا جائے اور اس کے قریب عطا تابعی سے بھی روایت ہے''

مولانا احمد علی سہارنپوری مرحوم بخاری جلد ۲ ص ۸۷۵ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

وقال عطاء أن الرجل لونزل لحيته لايتعرض حتى لوأفحش طولها وعرضها لعرض نفسه لمن يسخر به وقال النووي والمختار عدم التعرض لها بتقصير ولا غيره كذا في القسطلاني

''عطا فرماتے ہیں: اگر انسان کی داڑھی اُترے اور وہ اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا طول عرض بہت زیادہ ہو کر قبیح شکل اختیار کرے، تو اس شخص نے خود کو لوگوں کے سامنے استہزاء اور تمسخر کے لئے پیش کیا اور امام نووی فرماتے ہیں: مختار یہی ہے کہ داڑھی سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے، نہ کٹانے کے ساتھ نہ کسی اور طرح سے (چڑھانے وغیرہ کے ساتھ) قسطلانی میں اسی طرح ہے۔''

نواب صدیق حسن خان مرحوم نے بھی عطاء تابعیؒ[۲] کا یہ قول نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو: عون الباری لحل أدلة البخاري ص ۳۰۳ بر حاشیہ نیل الاوطار طبع مصر۔ عطا تابعی کے اس قول سے واضح ہے کہ وہ داڑھی بہت زیادہ لمبی چوڑی ہونے کے وقت کٹانے کے قائل ہیں اور وہ مٹھی سے زیادہ ہی ہو سکتی ہے۔ ورنہ معاذ اللہ کہنا پڑے گا کہ حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ اور دیگر صحابہ وغیرہ نے جو صورت اختیار کی تھی، وہ عطا تابعیؒ کے نزدیک قبیح تھی حالانکہ وہ ابو ہریرہؓ وغیرہ کے خاص شاگرد بھی ہیں۔

رہا حسن بصری اور عطا کا قول جو حسن بصری کے موافق ہے تو اس کا مطلب حسن بصری کے دوسرے قول سے واضح ہوگا جو آئندہ عبارت میں آتا ہے۔

ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۴۹۲ میں فرماتے ہیں:

وفي الاحياء قد اختلفا فيما طال من اللحية فقيل إن قبض الرجل على لحيته واخذ ماتحت القُبضة فلا بأس به وفعله ابن عمر وجماعة من التابعين واستحسنه الشعبي وابن سيرين وكرهه الحسن وقتادة ومن تبعهما وقالوا تركها عافية أحبُّ لقوله عليه السلام أعفوا اللحى ولكن الظاهر هو القول الأول فان الطول المفرط يُشَوِّهُ الْخِلْقَةَ وَيُطْلِقُ أَلْسِنَةَ الْمُغْتَابِيْنَ بالنسبة إليه فلا بأس

(۲) عطا تابعیؒ کی طرف اس قول کی نسبت میں کچھ تردد ہے جو فتح الباری جلد ۱۰، ص ۲۸۸ سطر ۱۷ تا سطر ۲۷ کی عبارت دیکھنے سے واضح ہوتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

للاحتراز عنه على هذه النية قال النخعي: عجبت لرجل عاقل طويلِ اللحية كيف لايأخذ من لحيته فيجعلها بين لحيتين أي طويل و قصير فان التوسّط من كل شيئ أحسن ومن ثَمَّ قيل كلما طالت اللحية نقص العقل انتهى كلام الامام (مرقاۃ: جلد۴ص۴۶۳)

''امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم میں ہے: داڑھی کے جو بالمبے ہو جائیں، ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ اگر مٹھی سے زائد کاٹ دے تو کوئی حرج نہیں اور عبداللہ بن عمرؓ اور ایک جماعت تابعین نے ایسے کیا ہے اور عامر شعبی تابعیؒ اور محمد بن سیرین تابعیؒ نے اس کو اچھا سمجھا ہے۔ اور حسن بصری تابعیؒ اور قتادہ تابعیؒ نے اور ان کے متبعین نے اس کو مکروہ سمجھا ہے اور کہا ہے کہ داڑھی کو سلامت چھوڑ دینا زیادہ محبوب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اعفوا اللحی لیکن پہلا قول (مٹھی سے زائد کٹانے کا) ظاہر ہے کیونکہ حد سے لمبی داڑھی شکل کو بگاڑ دیتی ہے اور غیبت کرنے والوں کی زبانوں کو کھول دیتی ہے۔ بس اس نیت سے لمبی نہ چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ ابراہیم نخعی تابعیؒ (استاد امام ابوحنیفہؒ) فرماتے ہیں۔ لمبی داڑھی والے عقل مند انسان پر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی داڑھی کو درمیانی کیوں نہیں بناتا جو نہ زیادہ لمبی ہو نہ زیادہ چھوٹی۔ کیونکہ ہر شے کی درمیان حالت بہت اچھی ہے اور اس بنا پر کہا گیا کہ جتنی داڑھی لمبی ہو، اتنی ہی عقل کم ہوتی ہے۔''

صحابہ کرام کی داڑھیاں لمبی تھیں: یہ آخری فقرہ تو ان صحابہؓ پر بڑا طعنہ ہے جو حج عمرہ کے سوا بالکل نہیں کٹاتے تھے جیسے جابرؓ کی حدیث میں گذر چکا ہے۔ حالانکہ بہت صحابہؓ بھاری داڑھی والے تھے۔ چنانچہ تاریخ خلفاء ص۱۱۸ میں حضرت علیؓ کے حلیہ میں لکھا ہے: عظيم اللحية جدا قدملاء ت مابين منكبيه یعنی آپ کی داڑھی نہایت بہت بڑی تھی یہاں تک کہ دونوں کندھوں کے درمیانی جگہ کو بھر دیا تھا۔

اور ص۱۰۶ میں حضرت عثمانؓ کے حلیہ میں لکھا ہے: كثير اللحية یعنی آپ کی داڑھی بہت تھی۔

اور ص۹۳ میں حضرت عمرؓ کے حلیہ میں لکھا ہے: سَبَلَتُه كثيرة وفي أطرافه صُهبة یعنی آپ کی داڑھی بہت لمبی تھی اور اس کے کنارے سرخی مائل تھے اور شیخ عبدالحکیمؒ مکی نے شمس الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ نامی کتاب لکھی ہے، جس میں فرماتے ہیں:

كان أبوبكر كثّ اللحية وكان عثمان رقيق اللحية طويلها وكان عليّ عريض اللحية وقد ملاء ت مابين منكبيه

''حضرت ابوبکرؓ بھاری داڑھی والے تھے اور عثمانؓ کی داڑھی ہلکی تھی لیکن لمبی تھی اور حضرت علیؓ کی داڑھی اتنی پھیلی ہوئی تھی کہ کندھوں کا درمیان بھر دیا تھا۔''

اس عبارت میں حضرت عثمانؓ کی داڑھی ہلکی لکھی ہے مگر مراد اس سے نسبتاً ہلکی ہے۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے لحاظ سے، ورنہ ابھی تاریخ خلفاء کے حوالہ سے گزرا ہے کہ وہ کثیر اللحیۃ تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا لمبی داڑھی کم عقلی کی دلیل ہے؟ ان کے علاوہ اور بہت سے صحابہ ہیں جن کی داڑھیاں بہت بھاری تھیں۔ اگر بڑی داڑھی مطلقاً کم عقل کی دلیل ہے تو معاذ اللہ یہ سب صحابہؓ بے وقوف ہوئے۔ خاص طور پر یہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات پر زبردست حملہ ہے، کیونکہ آپ کا داڑھی کٹانا بالکل ثابت نہیں۔ نہ حج عمرہ میں، نہ آگے پیچھے حالانکہ آپ کی داڑھی بہت بھاری تھی۔ چنانچہ کتاب الشفاء ص ۳۹ میں قاضی عیاض آپ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کث اللحیة تملأ صدره یعنی آپ کی داڑھی اتنی بھاری تھی کہ آپ کی چھاتی کو بھرتی تھی پس یہ آخری فقرہ کہ جتنی داڑھی لمبی ہو، اتنی عقل کم ہوتی ہے یہ کسی کم عقل کا مقولہ ہے۔ ہاں اگر اس سے عام داڑھی مراد نہ ہو بلکہ حد سے زیادہ لمبی مراد ہو جو ایسی ہی شاذ و نادر صورت ہے جیسے عورت کی داڑھی کا اُگنا تو اس معنی سے یہ فقرہ صحیح ہوسکتا ہے اور اس لمبائی کا اندازہ ملا علی قاری نے شرح شفاء جلد اوّل ص ۱۵۲ میں یہ لکھا ہے کہ داڑھی ناف پر پڑے۔

لیکن اس فقرہ میں اس قسم کی حد سے زیادہ لمبائی مراد ہو تو پھر یہاں اس کا ذکر بے موقع ہے کیونکہ یہاں دو چیزیں ہیں: ایک داڑھی کی ظاہری شکل اور ایک داڑھی والے شخص کی طبیعت کا تقاضا کہ داڑھی حد سے بڑھے۔ ان دونوں سے کمی عقل کا باعث کون سی چیز ہے۔ اگر ظاہری شکل باعث ہو تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اگر داڑھی چھوڑ دی تو عقل جاتی رہی۔ اگر داڑھی کٹائی تو عقل واپس آ گئی حالانکہ عقل کوئی ایسی آنی جانی شے نہیں کہ جب چاہو اس کو اندر سے نکال دو اور جب چاہو اس کو اندر داخل کردو۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ کمی عقل کا باعث اگر ہوگا تو وہ طبیعت کا تقاضا ہوگا جو پیدائشی شے ہے اور ہر وقت ہے۔ خواہ داڑھی کٹائے یا نہ کٹائے اور یہاں بحث کٹانے یا نہ کٹانے کی ہے۔ تو پھر اس فقرہ کا ذکر یہاں کس طرح صحیح ہوگا؟

علاوہ اس کے یہاں مٹھی سے زائد کٹانے کا ذکر ہے۔ جو ان داڑھیوں کو بھی شامل ہے جو بے حد لمبی نہیں تو پھر اس فقرہ سے یہاں اتنی لمبی داڑھی کی تخصیص کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ بہرصورت یہ فقرہ یہاں بے موقع ہے باقی عبارت کا مطلب واضح ہے کہ تابعین دو قسم پر ہیں: بعض قبضہ سے زائد کٹانے کے قائل ہیں اور بعض اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

حضرت حسن بصری کی رائے: ان سے ایک حسن بصریؒ بھی ہیں، پس حسن بصری کے دو قول ہوگئے۔ ایک کٹانے کا ایک نہ کٹانے کا، یہ دونوں قول آپس میں متعارض ہیں اور تعارض کی صورت میں کوئی بھی پکڑنے کے قابل نہیں کیونکہ جب تعارض آ گیا تو دونوں گر گئے "إذا تعارضا تساقطا"۔ اس کے باوجود اگر کسی کو لینا ہو، تو ان دونوں میں سے جو بادلیل ہو، اس کو لینا چاہئے اور وہ دوسرا قول ہی ہے۔ کیونکہ اس کی دلیل انہوں نے حدیث اعفوا اللحی پیش کی ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے قول میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ان کی مراد یہ ہو کہ کٹانے میں مبالغہ نہ کرے۔ اس سے مراد مٹھی کے اندر کٹانا ہو یعنی مٹھی کے اندر کٹانا ہی مبالغہ ہے جس سے وہ منع فرما رہے ہیں۔ اس صورت میں ان کا قول احادیث مذکورہ بالا کے موافق ہو جائے گا جن میں مٹھی سے زائد کٹانے کی رخصت ہے۔ اور ان صحابہ کے عمل کے بھی موافق ہو جائے گا جو مٹھی سے زائد کٹانے کے عامل ہیں اور یہ قول ان (حسن بصریؒ) کا بھاری داڑھی پر محمول ہوگا اور دوسرا قول ہلکی داڑھی پر یعنی جب ہلکی داڑھی ہو تو بالکل نہ کٹائے اور اعفوا اللحی پر عمل کرے اور جب بھاری ہو تو قبضہ سے زائد کٹانے کی اجازت ہے۔ اس طرح سے ان کے دونوں قولوں میں موافقت ہو جائے گی اور تعارض اٹھ جائے گا۔ والحمد للہ علی ذلک

خلاصہ اس ساری بحث کا یہ ہے کہ پسندیدہ تو نہ کٹانا ہے خواہ داڑھی ہلکی ہو یا بھاری۔ جیسے امام نووی وغیرہ فرماتے ہیں اور بھاری داڑھی کوئی مٹھی سے زائد کٹا لے تو اس کو بُرا نہیں کہا جا سکتا کیونکہ مذکورہ احادیث سے اور صحابہ کے عمل سے اس کی رخصت پائی جاتی ہے اور ہلکی داڑھی کا مٹھی سے زائد کٹانا یہ خطرناک ہے کیونکہ اس کے متعلق کوئی تسلی بخش دلیل نہیں پائی گئی۔

رہا مٹھی سے اندر کٹانا خواہ داڑھی ہلکی ہو یا بھاری یہ منڈانے کے مترادف ہے اور منڈانے کے متعلق جو کچھ وعید ہے وہ شروع میں گذر چکی ہے بلکہ خود مولانا مودودیؒ نے بھی اس پر سخت فتویٰ دے دیا ہے اور مذاہب اربعہ بھی اس پر متفق ہیں:

فتویٰ شافعیہ

أما اللحية فيكره حلقها والمبالغة في قصّها فإذا زادت على القبضة فإن الامرفيه سهل (فقہ المذاہب)

''داڑھی کا منڈانا اور اس کے کاٹنے میں مبالغہ کرنا یہ دونوں مکروہ (۳) (تحریمی) ہیں۔ جب داڑھی مٹھی سے زائد ہو جائے۔ تو اس (کے کٹانے) میں آسانی کر دی گئی ہے''

فتویٰ حنفیہ

يحرم حلق لحية الرجل ويسنّ أن لا تزيد في طولها على قبضة فما زاد على القبضة يقص ولا بأس بأخذ أطراف اللحية

''مرد کا داڑھی منڈانا حرام ہے اور طول میں مٹھی سے نہ بڑھنے دینا مسنون ہے۔ پس جو مٹھی سے زائد ہو، کٹائی جائے اور کناروں (دائیں بائیں جانب) سے لینے کا بھی کوئی حرج نہیں''

---

(۳) جب مطلق مکروہ آئے تو حرام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں: ﴿كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا﴾

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ مالکیہ

يحرم حلق اللحية ترجمہ: ''داڑھی منڈانا حرام ہے''

فتویٰ حنابلہ

يحرم حلق اللحية ولا بأس بأخذ ما زاد على القبضة من الشعر (حوالہ مذکورہ)

''داڑھی منڈانا حرام ہے اور مٹھی سے زائد لینا کوئی حرج نہیں۔ پس مٹھی سے زائد کٹانا مکروہ نہیں جیسے مٹھی سے زائد چھوڑنا مکروہ نہیں اور گلے سے نیچے (نرخرہ) کے بال لینے بھی مکروہ نہیں''

(۲) بودے یا انگریزی بال

انسان چونکہ طبعاً آزاد ہے اور آزادی کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے اگر اس کو خواہش نفس کے مطابق کوئی شے مل جائے تو اس کو غنیمت سمجھتا ہے اور بہت جلد اس کی طرف جھک جاتا ہے۔ حالانکہ عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ طبیعت پر کنٹرول کرے اور اپنا نفع نقصان سوچے، فائدے والی جانب کو ترجیح دے اور نقصان سے بچے۔ مگر ایسے بہت کم لوگ ہیں جو خواہش کو دبا کر عقل سلیم کا تقاضا پورا کرتے ہیں۔ حالانکہ باوقار زندگی یہی ہے اور اسی خاطر خدا تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے اور چار کتابیں اور بے شمار صحیفے اُتارے تاکہ نفس سے پوری جنگ ہو اور عقل سلیم کا تقاضا پورا ہو۔ کاش! من چاہے مطلب نکالنے والے مولوی درمیان میں حائل نہ ہوتے تو کسی حد تک راستہ صاف ہو جاتا اور چلنے والوں کو رکاوٹ نہ ہوتی۔ مگر انہیں مولویوں نے جو چیز اِصلاح کے لیے آئی تھی، اس کی ایسی شکل بگاڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کی کہ بجائے اِصلاح کے گمراہی کا باعث بن گئی۔ قرآن وحدیث سے بڑھ کر کون مصلح ہو سکتا ہے مگر جب ان کے معانی اپنی رائے سے کیے جائیں تو اتنی گمراہی پھیلتی ہے کہ اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہیں سے مرزائی گمراہ ہوئے اور اسی سے چکڑالویوں کو انکارِ حدیث کا موقعہ ملا اور اسی سے تمام اہل بدعت پھلے پھولے۔ اگر قرآن و حدیث کے وہی معانی لئے جاتے جو ان بزرگوں نے سمجھے جن کی معرفت ہمیں قرآن وحدیث پہنچے ہیں تو حق پر پردہ نہ پڑتا اور مسلکِ اعتدال پر چلنے والوں کے لئے راستہ بالکل صاف ہوتا لیکن جب گمراہی کا نام مسلکِ اعتدال رکھ لیا جائے اور قرآن و حدیث کو موڑ توڑ کر اس پر چسپاں کیا جائے تو ایسے موقعہ پر اپنے دین کا خدا ہی حافظ ہے۔

مولانا مودودی کے لٹریچر میں بھی اس قسم کی باتیں ملتی ہیں کہ اپنی رائے سے قرآن وحدیث کا مطلب بیان کر دیتے ہیں اور جو کچھ سمجھ میں آتا ہے، لکھ دیتے ہیں اور اس پر زیادہ غور نہیں کرتے کہ پہلے بزرگوں نے کیا سمجھا اور اس پر کس طرح عمل کیا؟ بلکہ کسی دوسری آیت وحدیث کے خلاف ہو جائے تو بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گذارہ چلا لیتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر بے جا اجتہاد سے بھی نہیں گھبراتے۔ چنانچہ داڑھی کے مسئلہ کے متعلق تو قارئین کرام ان کی رائے معلوم کر چکے ہیں کہ ذرا سا نشان کافی ہے جس پر رکھنے کا لفظ بولا جا سکے۔ حالانکہ یہ تشریح نہ کسی محدث، نہ کسی فقیہ نے کی بلکہ مذکورہ بالا احادیث کے بھی خلاف ہے اور مذاہبِ اربعہ اور سلف کے بھی خلاف ہے۔ مگر مودودی صاحب نے سب کو نظر انداز کرتے ہوئے داڑھی کو ذرا سا نشان بنا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب انگریزی قسم کے بالوں کے متعلق ان کا فتویٰ سنئے:

فتویٰ مودودی صاحب

''سر کے بالوں کے متعلق صرف یہ ہدایت ہے کہ کچھ مونڈنا اور کچھ رکھنا ممنوع ہے۔ موجودہ زمانے میں جس قسم کے بالوں کو پنجاب میں بودے کہتے ہیں اور جنہیں یو۔ پی میں انگریزی بال کہا جاتا ہے، ان کے ناجائز ہونے کی مجھے کوئی دلیل نہیں ملی۔ لیکن ایک غیر مسلم کی ایجاد کردہ وضع کو سر چڑھانے میں کراہت کا پہلو ضرور ہے اور اسی لئے میں نے اس وضع کو بدل دیا ہے''

(رسائل و مسائل ص ۱۸۱، ترجمان القرآن، رمضان، شوال ۱۳۶۲ھ، ستمبر، اکتوبر ۱۹۴۳ء)

اس میں شبہ نہیں کہ کسی قوم کی خصوصی چیز لینے میں کشش ضرور ہوتی ہے۔ کیونکہ پہلے انسان اس چیز کو پسند کرتا ہے، پھر لیتا ہے اور جب اس قوم کا دین و مذہب الگ ہوتا ہے تو پھر آہستہ آہستہ یہ چیز اس انسان کے دین و مذہب پر بُرا اثر ڈالتی ہے اور خطرہ[۴] ہوتا ہے کہ انہی میں جذب ہو جائے۔ یا کم سے کم مداہن اور سست ہو جائے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ''یعنی جو شخص کسی قوم سے مشابہت کرے، وہ انہی سے ہے'' اس کے دو معنےٰ ہیں: ایک یہ کہ اپنے مذہب میں سست ہوتے ہوتے آخر انہی کے مذہب پر خاتمہ ہو جائے گا۔ دوسرا یہ کہ قیامت کے دن حشر ان کے ساتھ ہو گا۔ خواہ آخر کار کسی وقت نجات ہو جائے، بہر صورت کسی قوم سے مشابہت بڑی خطرناک چیز ہے۔ جس میں سوءِ خاتمہ کا ڈر ہے یا مجرموں کے ساتھ حشر ہے۔ معاذ اللہ

مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ بودوں کے ناجائز ہونے کی مجھے کوئی دلیل نہیں ملی۔ یہ دوہری غلطی ہے۔ من تشبّہ بقوم فھو منھم سے بڑھ کر اور کون سی دلیل ہو گی؟؟ بلکہ اس قسم کی وعید تو سخت ممنوع

---

(۴) ہاں جو چیز رسول اللہ ﷺ نے پہنی ہو جیسے رومی اچکن یا آپ نے پسند کی ہو جیسے پاجامہ تو اس میں یہ خطرہ نہیں کیونکہ اس کو مسلمان بحیثیت اتباعِ نبوی اختیار کرے گا جو اُن سے محبت کی علامت ہے جو عین منشا اسلام ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رومی اچکن سارے عرب کا ملکی لباس بن گیا ہو جیسے یمنی حلہ اور اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے پہنی تو اس صورت میں بھی کوئی خطرہ نہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رومی اچکن سے مراد اس کے بنانے والا ہو یا اس کا کپڑا رومی ہو جیسے حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا نگینہ 'حبشی' تھا۔ بہت سے شارحین نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ اس نگینہ کا پتھر یا اس کے بنانے والا یا نقش تیار کرنے والا حبشی تھا۔ اس صورت میں بھی رومی کہنے سے کفار کا وہ خصوصی لباس ثابت نہیں ہوتا جس پر من تشبّہ بقوم فھو منھم کی زد پڑتی ہو۔ (محدث روپڑیؒ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: من لم یأخذ من شاربه فلیس منا (مشکوٰۃ) ''جو مونچھیں نہ کاٹے، وہ ہم سے نہیں'' من غشّ فلیس منا (مشکوٰۃ) ''جو دھوکہ دے، وہ ہم سے نہیں'' قرآنِ مجید میں یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع فرما کر یہی وعید سنائی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ ''یعنی جو اُن سے دوستی رکھے، وہ ان سے ہی ہے''

اگر اس قسم کی وعید سے ممانعت میں سختی نہ سمجھی جاتی تو پھر دوستی سے ممانعت کے بعد اس وعید کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حدیث من تشبه بودوں کے ممنوع ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ مودودی صاحب اس کا مفہوم نہیں سمجھے!! علاوہ ازیں یہ تو مودودی صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ بعض سر کا مونڈنا اور بعض سر کا چھوڑ دینا ممنوع ہے۔ اور فتح الباری جلد ۱۰ ص ۳۰۰ طبع مصر میں اس حدیث پر (جس میں بعض سر مونڈنے اور بعض سر رکھنے کی ممانعت ہے) لکھا ہے:

واختلف فی علة النهی فقیل لکونه یُشَوِّهُ الْخِلْقَةَ وقیل لأنه زي الشیطان وقیل لانه زي الیهود وقد جاء هذا فی روایة لأبی داؤد

''ممانعت کی وجہ میں مختلف قول ہیں: ایک یہ کہ یہ شکل کو بگاڑتا ہے، ایک یہ کہ اس میں شیطان سے مشابہت ہے، ایک یہ کہ اس میں یہود سے مشابہت ہے..... اور یہ تیسری وجہ ابوداود کی ایک حدیث میں بھی آئی ہے''

جب تیسری وجہ حدیث میں آ گئی تو اسی کو ترجیح ہوئی اور یہی وجہ بودوں میں بھی موجود ہے۔ پس مودودی صاحب کا بعض سر مونڈنے کو ممنوع کہنا اور بودوں کے متعلق یہ کہنا کہ مجھے ان کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ملی۔ عجیب قسم کی تنگ نظری ہے، خدا اس سے بچائے!!

(۳) وضع لباس

مودودی صاحب نے وضع لباس کے متعلق بھی عجیب رویہ اختیار کیا ہے، فرماتے ہیں:

''لباس کے متعلق اسلام نے جس پالیسی کا تعین فرما دیا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ ایسی وضع میں رہیں جس میں آپ کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکے کہ آپ مسلمان ہیں۔ بحیثیتِ مجموعی آپ کی وضع قطع کفار سے مشابہ نہ ہونی چاہئے''۔ (حوالہ مذکورہ)

بحیثیتِ مجموعی کا مطلب یہ ہے کہ سارا لباس کفار کا نہ ہو اگر ایک آدھ ہو تو اس کا کوئی حرج نہیں۔ مثلاً صرف پتلون ہو یا صرف ہیٹ ہو یا اس قسم کا کوئی اور ہو تو یہ منع نہیں حالانکہ یہ بعض سر مونڈنے کی حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں ایک شے کو یہود کی مشابہت کی وجہ سے ممنوع قرار دیا ہے۔

قارئین کرام! آپ اچھی طرح یاد رکھیں کہ مجموعی حیثیت کا کسی حدیث میں نام و نشان نہیں۔ یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محض مودودی صاحب کا اضافہ ہے۔ حدیث مَن تشبّہ مطلق ہے خواہ ایک بات میں مشابہت ہو یا زیادہ میں، سب کو شامل ہے۔

پھر یہ بھی مودودی صاحب کا عجب اجتہاد ہے جو فرماتے ہیں کہ آپ ایسی وضع میں رہیں کہ آپ کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکے کہ آپ مسلمان ہیں۔ گویا کفار سے مشابہت اس لئے منع نہیں کہ اس میں سوءِ خاتمہ کا خطرہ ہے یا قیامت کے دن کفار کے ساتھ حشر کا ڈر ہے بلکہ صرف اس لیے منع ہے کہ مسلمان کا کفار سے امتیاز ہو سکے۔ اگر مشابہت ہوگی تو پھر دیکھنے والا امتیاز نہیں کر سکے گا۔ اس بنا پر حدیث میں مشابہت کا معنی یہ ہوا کہ جو مجموعی حیثیت سے کفار سے مشابہت رکھے یعنی ان کی پوری وضع قطع اختیار کرے، وہ ان سے ہے یعنی دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ یہ کفار سے ہے۔

اس معنی کی رو سے یہ حدیث بالکل بیکار سی ہو کر رہ جاتی ہے کیونکہ یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ جب کسی کی پوری وضع اختیار کی جائے تو امتیاز مشکل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بلکہ آپ کا مقصد تو ڈرانا ہے کہ آہستہ آہستہ کہیں خاتمہ خراب نہ ہو جائے یا قیامت کے دن کفار کے ساتھ حشر نہ ہو جائے، اور یہ خطرہ بعض باتوں میں مشابہت میں بھی ہے اور مجموعہ میں بھی چنانچہ اوپر تفصیل ہو چکی ہے۔ لیکن مودودی صاحب کی جدتِ طبع نے حدیث کو بیکار کر کے رکھ دیا ہے۔ اللہ انہیں صحیح راستے کی طرف راہنمائی فرمائے۔ آمین!

(۴) ٹخنوں کے نیچے شلوار وغیرہ

یہ مسئلہ بھی اکثر زیر بحث رہتا ہے کہ ٹخنوں کے نیچے تہ بند وغیرہ کا کیا حکم ہے۔ نیل الاوطار، جلد اوّل طبع مصر ص ۴۱۰ میں بحوالہ مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ ایک حدیث ذکر کی ہے جس کے راوی ابوذرؓ ہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں:

عن النبیﷺ أنه قال ثلاثة لایکلمهم الله یوم القیامة ولا ینظر الیهم ولایزکیهم ولهم عذاب ألیم، قلت: من هم یارسول الله؟ فقد خابوا وخسروا فأعادها ثلاثا ..... خابوا وخسروا قال المُسْبِلُ والمنّان والمُنْفِقُ سِلْعَتَه بالحلف الکاذب أو الفاجر

''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تین شخص ہیں، قیامت کے دن خدا اُن سے نہ کلام کرے گا، نہ ان کی طرف نظر کرے گا، نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ابوذرؓ کہتے ہیں، میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں؟ وہ تو بہت نامراد اور خسارے والے ہیں۔ آپ نے تین بار اپنی بات کو دہرایا، میں نے پھر پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا: (۱) کپڑا لٹکانے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا، (۲) احسان کر کے احسان جتانے والا، (۳) جھوٹی قسم یا فسق و فجور والی قسم کھا کر اپنی شے فروخت کرنے والا"

بعض احادیث میں یہ الفاظ آئے ہیں: عن أبی هريرة أن رسول اللهﷺ قال: لاينظر الله يوم القيمة إلى من جرّ إزاره بطراً (مشکوٰۃ وغیرہ)

"جو تکبر سے تہ بند لٹکائے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر عنایت نہیں کریں گے"

اس سے آزاد خیال یہ سمجھتے ہیں کہ تکبر نہ ہو تو پھر ٹخنوں سے نیچے تہ بند وغیرہ کا کوئی حرج نہیں۔ اور بعض لوگ صرف نماز کے وقت کپڑا اونچا کر لیتے ہیں، نماز سے باہر نیچے رکھتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک صرف نماز میں ممانعت ہے، آگے پیچھے نہیں۔ حالانکہ یہ دونوں خیال غلط ہیں۔ ممانعت نہ تکبر کے ساتھ خاص ہے نہ نماز کے ساتھ۔ تکبر کا ذکر حدیث میں صرف زیادہ برائی ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ ورنہ ویسے بغیر تکبر کے) بھی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ نیل الاوطار، جلد اوّل، ص ۴۰۹، میں اور عون الباری ص ۲۹۴ میں بحوالہ طبرانی ابوامامہؓ کی حدیث ذکر کی گئی ہے کہ

"عمرو بن زُرارہ انصاریؓ کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے تھا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس معذرت کی: میری پنڈلیاں باریک ہیں، اس لیے میں ٹخنوں سے نیچے تہ بند رکھتا ہوں تاکہ بُری معلوم نہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا:

يا عمرو إن الله قد أحسن كل شيئ خلقه يا عمرو إن الله لا يحب المسبل

"اے عمرو! خدا نے جو پیدا کیا اچھا کیا، اے عمرو! خدا تہ بند لٹکانے والے کو دوست نہیں رکھتا"

اس سے معلوم ہوا کہ تکبر کے بغیر بھی ٹخنوں سے نیچے تہ بند لٹکانا جائز نہیں

مشکوٰۃ کتاب اللباس، ص ۲۶۶ میں ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

إزرة المؤمن(۵) إلى أنصاف ساقيه لا جناح عليه فيما بينه و بين الكعبين ما أسفل من ذلك ففي النار قال ذلك ثلاث مرات ولا ينظر الله يوم القيمة إلى من جر إزاره بطرا ..... رواه ابوداود و ابن ماجه

"مؤمن کا تہ بند نصف پنڈلی تک ہے اور ٹخنوں تک بھی مؤمن پر کوئی گناہ نہیں جو ٹخنوں سے نیچے ہے وہ آگ میں ہے اور خدا قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو تہ بند تکبر سے لٹکائے"

اس حدیث میں دو وعیدیں ہیں: ایک یہ کہ ٹخنوں سے نیچے تہ بند آگ کا سبب ہے، دوسرا یہ کہ جو تکبر سے تہ بند لٹکائے، اس پر خدا اتنا ناراض ہے کہ اس کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔

پہلی وعید ہلکی ہے کیونکہ ہر گناہ (صغیرہ/کبیرہ) آگ کا باعث ہے۔ آگے خواہ کسی وجہ سے معاف ہو جائے یا نہیں۔ جبکہ دوسری وعید بڑی سخت ہے۔ قرآنِ مجید میں یہ وعید ان کے حق میں آئی ہے جو کتاب

(۵) ایک روایت میں إزرة المسلم بھی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ چھپاتے ہیں، جھوٹے مسائل پھیلاتے ہیں، غداریاں کرتے ہیں اور دنیاوی مفاد کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، چنانچہ پارہ ۲ رکوع ۴ اور پارہ ۳ رکوع ۱۶ میں اسی کا بیان ہے۔ اسی طرح تکبر سے تہ بند لٹکانا بھی ایسی ہی چیز ہے جس پر خدا کا غضب جوش میں آجاتا ہے۔

مشکوٰۃ کے اسی باب میں ابن عمر کی حدیث ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک شخص تکبر سے تہ بند لٹکائے ہوئے جارہا تھا۔ خدا نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک وہ دھنستے چلا جارہا ہے''۔ (بخاری)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا ہر صورت میں منع ہے۔ خواہ تکبر ہو یا نہ۔ صرف فرق اتنا ہے کہ تکبر کی صورت میں وعید سخت ہے۔

اور ابوداود، نسائی میں ایک حدیث ہے جس کے یہ الفاظ ہیں:

وإياك وإسبال الازار فإنها من المخيلة وإن الله لا يحب المخيلة

''تہ بند لٹکانے سے خود کو بچا کیونکہ یہ تکبر سے ہے اور تکبر کو خدا پسند نہیں رکھتا''

اس حدیث میں لٹکانے کا نام تکبر رکھا ہے۔ اس بنا پر ہر قسم کا لٹکانا تکبر ہوا۔ مگر ایک اور حدیث سے (جو ابن عمرؓ سے مروی ہے) معلوم ہوتا ہے کہ دیدہ دانستہ لٹکائے تو تکبر ہے۔ بے خیالی یا غفلت سے ہو جائے تو یہ تکبر نہیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو تکبر سے تہ بند لٹکائے، خدا قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہیں کرے گا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا:

يارسول الله ﷺ! إزاري يسترخي إلا أن أتعاهده فقال رسول الله ﷺ إنك لست ممّن يفعله خيلاء (رواہ البخاری، مشکوٰۃ، کتاب اللباس فصل ۳ ص ۳۶۸)

''یارسول اللہ ﷺ! میرا تہ بند ڈھیلا ہو کر لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ ہر وقت اس کا خیال رکھوں اور نگرانی کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو ان لوگوں سے نہیں جو تکبر سے کرتے ہیں'' (یعنی تیرا یہ فعل متکبرانہ نہیں کیونکہ تو دیدہ دانستہ نہیں کرتا)

امام شوکانیؒ نیل الاوطار میں اور نواب صدیق حسن خاں مرحوم عون الباری میں لکھتے ہیں کہ

''رسول اللہ ﷺ کا فرمان: إنها من المخيلة ''یعنی یہ لٹکانا تکبر ہے'' یہ اکثر کے لحاظ سے ہے ورنہ بعض دفعہ ایک شخص تہ بند لٹکاتا ہے اور اس کے دل میں تکبر کا خیال تک نہیں ہوتا۔ تو ایسے شخص کے حق میں متکبر والی وعید نہیں۔ مگر اس کے بُرا ہونے میں شبہ نہیں کیونکہ دل میں اگرچہ تکبر نہ ہو لیکن فعل تو متکبرانہ ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن زُرارہ انصاریؓ کو ٹخنوں سے نیچے تہ بند لٹکانے سے منع فرمایا۔ حالانکہ وہ تکبر سے نہیں کرتے تھے بلکہ پنڈلیوں کو ڈھکنے کے لئے کرتے تھے''

بہرصورت لٹکانا خطرہ سے خالی نہیں جو لوگ اس میں بے پروائی کرتے ہیں، ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے، آمین! وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين [تحریر شدہ: مئی ۱۹۵۷ء]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ